کیا قرآن کریم میں گرامر کی غلطی ہے؟

ڈاکٹر محمد اکرم ندوی، آکسفورڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال

مشفق مکرم جناب مولانا رضاء الحق صاحب ناظم جامعۃ الہدی نوٹنگھم مدظلہ العالی کی صاحبزادی ہیں استاذہ صفیہ زید مجدہا، جو عالمہ فاضلہ ہیں، عربی زبان اور حدیث شریف کی بہترین معلمہ ہیں، میری تلمیذہ بھی ہیں، اور انہیں بہت سے مشائخ سے اجازت حدیث حاصل ہے، انہوں نے درج ذیل سوال کیا:

نبی اکرم ﷺ کے امّی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ کیا قرآن کریم کی کتابت کے معاملہ میں آپ ﷺ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے؟ کیا قرآن کریم میں گرامر کی کوئی غلطی ہے؟ کیا قرآن کریم میں رسم الخط کی کوئی غلطی ہے؟ لَيَكُونًا مِّنَ ٱلصَّـٰغِرِينَ (سورۃ یوسف، آیت ۳۲)، اور لَنَسْفَعًۢا بِٱلنَّاصِيَةِ (سورۃ العلق آیت ۱۵) میں نون الف کی شکل میں کیوں لکھا گیا ہے؟

جواب

آپ کے یہ سوالات اہم ہیں۔ ان کی اہمیت کے پیشِ نظر ہر سوال کو ذیلی عنوان بنا کر جواب دیا جا رہا ہے، تا کہ بات واضح ہو جائے اور ہر قسم کی غلط فہمی دور ہو جائے۔

نبی اکرم ﷺ کے امّی ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ہم لفظ امّی کے اشتقاق سے بحث نہیں کریں گے، کتب لغت وتفسیر میں اس کی مکمل تحقیق موجود ہے۔ یہاں صرف اس کا وہ مفہوم بتانا مقصود ہے جو قرآن کریم کے اطلاق سے معلوم ہوتا ہے۔

یہود کے پاس آسمانی کتابیں یکے بعد دیگرے نازل ہوتی رہیں۔ وہ انہیں پڑھتے تھے، اور انہیں لکھتے بھی تھے۔ دوسری قوموں کے مقابلہ میں یہود زیادہ پڑھے لکھے تھے، تاہم ان میں بھی کچھ ایسے لوگ تھے جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے۔ یہود کے اس طبقہ کو قرآن کریم نے امّی کہا ہے: وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ ٱلْكِتَـٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ (سورۃ البقرۃ، آیت ۷۸)۔ عرب یہود کے برعکس تھے، ان کی اکثریت لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھی، اسی لئے من حیث القوم ان پر امیین کا لقب غالب آ گیا۔

لفظ امّی عالم کا مقابل نہیں، بلکہ قاری / کاتب کا مقابل ہے، عالم کا مقابل جاہل ہوتا ہے، یعنی ایک امّی شخص گرچہ لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو پھر بھی عالم ہو سکتا ہے۔ اسلام میں کتنے نابینا علماء گزرے ہیں، مثلاً قتادہ بن دعامہ سدوسی (متوفی سنہ ۱۱۷ھ) جو امّی ہونے کے باوجود حدیث، تفسیر، فقہ اور تاریخ چاروں میدانوں میں علامہ شمار ہوتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ بھی عام عربوں کی طرح پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے، اسی وجہ سے آپ کا لقب امّی ہے۔ اللہ تعالی نے قصداً آپ کو امّی رکھا تا کہ جب قرآن کریم کی وحی نازل ہو تو کسی لغو پسند اور باطل دوست کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ کتاب آپ نے خود وضع کی ہے، وَمَا كُنتَ تَتْلُوا۟ مِن قَبْلِهِۦ مِن كِتَـٰبٍ وَلَا تَخُطُّهُۥ بِيَمِينِكَ إِذًا لَّٱرْتَابَ ٱلْمُبْطِلُونَ (سورۃ العنکبوت، آیت ۴۸)۔ یہ وہی حکمت ہے جو مریم علیہا السلام کو غیر شادی شدہ رکھنے میں تھی، تا کہ جب عیسی علیہ السلام کی پیدائش بغیر باپ کے ہو تو کسی دجال وفریبی کو اس آیت کبری میں تشکیک کی گنجائش باقی نہ رہے۔

امّی ہونے کے ساتھ نبی اکرم ﷺ علم وحکمت کے بلند ترین مقام پر فائز تھے۔ آپ کی حدیثیں اور آپ کے عملی اقدامات اس حکمت کے شاہد عدل ہیں۔ نیز یہ بات خود کسی معجزہ سے کم نہیں کہ ایک نبی امّی کی کتاب نے تمام آسمانی کتابوں پر خط نسخ پھیر دیا۔ شیخ سعدی کا یہ شعر آب زر سے لکھنے کے قابل ہے:

یتیمے کہ ناخواندہ قرآں درست
کتب خانۂ ہفت ملت بشست

کیا قرآن کریم کی کتابت کے معاملہ میں آپ ﷺ سے کوئی کوتاہی ہوئی ہے؟

قرآن کریم کی حفاظت کا جو غیر معمولی اہتمام ہوا ہے وہ اہتمام کسی آسمانی وغیر آسمانی کتاب وصحیفہ کے لئے نہیں ہوا۔ یہ کتاب خدا کے یہاں لکھی ہوئی محفوظ ہے، اسی نوشتہ سے حضرت جبریل علیہ السلام بحکم الہی حسب ضرورت مختلف آیات نبی اکرم ﷺ کو پہنچاتے تھے۔ آپ انہیں یاد کر کے ترتیب الہی کے مطابق نمازوں میں ان کی تلاوت فرماتے، اور اپنے معتمد اصحاب کے ذریعہ اسی ترتیب مقدس کے مطابق انہیں اپنے پاس لکھوا کر محفوظ فرماتے۔ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی اکرم ﷺ کے پاس محفوظ صحف کی نقلیں اپنے اپنے پاس رکھتے تھے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لا تكتبوا عني، ومن كتب عني غير القرآن فليمحه۔ جس سے ہماری بات کی تائید ہوتی ہے۔

کتابتِ کلام الہی کا شرف متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہوا۔ آخر میں زیادہ تر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ خدمت انجام دی۔ مختلف قرائن سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسم الخط میں اس وقت یکسانیت تھی، بعد میں جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں لکھی ہوئی شکل میں ایک مصحف میں قرآن کو جمع کرنے کی نوبت آئی تو یہ کام صرف زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا۔ انہوں نے دوسرے کاتبین وحی کے متعلق رسم الخط کے سلسلہ میں کوئی اختلاف نقل نہیں کیا۔ یوں رسم کے معاملہ میں ہر حیثیت سے ایک ہم آہنگ نسخہ تیار ہو گیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قریش کے لہجہ پر سب کو متحد کرنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ اس وقت بھی اصل کاتب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہی تھے۔ میں نے جمع قرآن کی پوری تاریخ مستند حوالوں سے اپنی کتاب مبادئ في أصول التفسير میں نقل کر دی ہے، جسے تفصیل درکار ہو وہ اس مختصر کتاب کا مطالعہ کر لے۔

ALAWRAAQ
Publications
www.alawraaq.com

کیا قرآن کریم میں گرامر کی کوئی غلطی ہے؟

قرآن کریم عربی زبان کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کی گرامر وہی ہے جو اس عہد کے محفوظ اشعار، خطب وامثال کی ہے۔ بعد میں ائمۂ نحو نے انہیں کی روشنی میں عربی زبان کے قواعد جمع کئے۔ سیبویہ نے الکتاب میں جس طرح عربی زبان کے قواعد تفصیل سے مرتب کئے ہیں وہ خود کسی معجزہ سے کم نہیں۔

دوسری صدی ہجری میں نحو کے دو مضبوط مرکز ظہور پزیر ہوئے، ایک بصرہ، دوسرے کوفہ۔ سیبویہ کی مذکورہ کتاب ائمۂ بصرہ کی نحوی ترجیحات کی نمائندہ ہے۔ یہ دونوں مراکز گرامر کے اعتبار سے قرآن کریم کے بلند ترین معیار کے گواہ ہیں، اور اس کی ہر آیت کو فنی لحاظ سے شک و شبہہ سے بالاتر سمجھتے ہیں، تاہم ان دونوں مراکز میں نحوی توجیہ کا اختلاف ضرور ہے۔ نحوی توجیہ کی حیثیت زبان کے فلسفہ کی ہے، اس میں اختلاف سے اصل زبان پر اثر نہیں پڑتا۔ نحوی توجیہ کا یہ اختلاف بہت تھوڑی سی آیات میں ہے۔ بعد کے علمائے نحو کبھی ایک توجیہ کو راجح قرار دیتے ہیں، اور کبھی دوسری توجیہ کو۔ بالعموم بصرہ کی توجیہات ہی راجح قرار پاتی رہی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ الکتاب کی تصنیف کے بعد یہی اسکول غالب ہو گیا۔ میں نے عربی میں ایک دو مضمون لکھے ہیں جن میں کوفہ کی بعض توجیہات کو بصرہ کی توجیہات پر راجح قرار دیا ہے۔

بعضے وہ لوگ جن کی عربی گرامر سے واقفیت محدود ہے وقتاً فوقتاً قرآن کریم کے متعلق گرامر کی غلطی کا شوشہ چھوڑ دیتے ہیں، جسے سن کر انسان کو صرف ہنسی آتی ہے۔ ایک عالم میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ قرآن کریم عربی گرامر کے مطابق نہیں ہے۔ میں نے سوال کیا کہ کوئی مثال پیش کریں، اس پر وہ لگے بغلیں جھانکنے۔ جب میں نے بہت اصرار کیا تو انہوں نے سورۂ یوسف کی ایک آیت پیش کی۔ میں نے عرض کیا کہ اگر آپ نے صَرف کی پہلی کتاب یا میری کتاب مبادئ التصریف پڑھی ہوتی تو یہ اشکال نہ کرتے۔ جب میں نے ان کی غلطی کی تشریح کی تو انہیں بہت خفت ہوئی۔ اگر کسی مؤمن کی تذلیل کے گناہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں ان کا نام ظاہر کر دیتا۔

کیا قرآن کریم میں رسم الخط کی کوئی غلطی ہے؟

رسم الخط کے متعلق ایک بات اچھی طرح ذہن نشیں کر لیں کہ اس میں ہر زبان کی طرح عربی زبان میں بھی تغیر آتا رہا ہے، تاہم اور زبانوں کے مقابلہ میں عربی رسم الخط میں مرور ازمنۂ طویلہ کے علی الرغم بہت کم تبدیلی ہوئی ہے۔ نیز تبدیلی کے باوجود پہلی شکلیں بھی رواج پزیر رہی ہیں۔ بعض مثالیں سب کو معلوم ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ پہلے الف لکھنے کا شیوع کم تھا اسے فتحہ کی طرح ہی ایک حرکت سمجھا جاتا تھا۔ قرآن کریم میں بھی جب اشتباہ کا اندیشہ نہ ہوتا تو الف نہ لکھا جاتا، مثلاً قال کو قل لکھتے۔ ہندوستان والے قاف کے اوپر ہلکا سا الف لکھ دیتے ہیں (قٰل) جسے فتحہ اشباعی یا کھڑا الف کہا جاتا ہے۔

تقریباً یہی حال آپ کی دی گئی دونوں مثالوں لَيَكُونًا مِّنَ ٱلصَّـٰغِرِينَ (سورۃ یوسف، آیت ۳۲) اور لَنَسْفَعًۢا بِٱلنَّاصِيَةِ (سورۃ العلق آیت ۱۵) کا بھی ہے جن میں نون الف کی شکل میں لکھا گیا ہے۔

فعل مضارع، امر اور نہی کے آخر میں تاکید کے طور پر دو قسم کے نون آتے ہیں۔ ایک نون مشدد (نّ)، دوسرے نون ساکنہ (نْ)۔ صوتی طور پر نون ساکنہ اور تنوین میں کوئی فرق نہیں، تنوین پر وقف کرنے کی دو شکلیں ہیں، ایک یہ کہ جس اسم پر تنوین ہے وہ مضموم یا مکسور ہے تو ان دونوں حالتوں میں اس اسم کے آخر پر سکون آئے گا، جیسے قال محمدٌ اور آمنت بمحمدٍ، حالت وقف میں کہیں گے قال محمدْ اور آمنت بمحمدْ، جبکہ فتحہ کے موقع پر تنوین الف سے بدل جائے گی جیسے أرسل الله محمدًا، حالت وقف میں کہیں گے أرسل الله محمدا۔

مضارع کے نون ساکنہ سے پہلے اگر فتحہ ہو تو وقف میں وہ نون بھی الف ہو جاتا ہے، میمون بن قیس الأعشی نے کہا ہے:

وذا النُّصُبِ المنصوبَ لا تَنْسُكَنَّه
ولا تعبُدِ الأوثانَ واللهَ فاعبُدَا

فاعبدا اصل میں فاعبدنْ ہے، وقف میں نون الف ہو گیا۔ وقف میں نون تاکید کے الف ہو جانے کی مثالیں بہت ہیں جنہیں کتب تفسیر، لغت و نحو میں دیکھا جا سکتا ہے۔

اسی لئے اس نون کو الف کی شکل میں لکھا جاتا تھا۔ قرآن کی مندرجہ بالا دونوں مثالوں میں لیکوناً اور لنسفعاً الف سے اسی لئے لکھا گیا ہے کہ حالت وقف میں یہ الف ہو جاتا ہے، یعنی لیکونا اور لنسفعا۔

شروع میں اس طرح کے نون کو الف کی شکل میں لکھنے کا رواج تھا، بعد میں بعض لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ تنوین اسم کی علامت ہے، اس لئے مضارع کے نون کو نون ساکنہ ہی لکھیں، ورنہ یہ نون تنوین سے مشتبہ ہو جائے گا۔ اس رائے کو اہل کوفہ نے راجح قرار دیا۔ اہل بصرہ کا مسلک یہی ہے کہ مضارع کا وہ نون جس سے پہلے فتحہ ہو اسے الف کی شکل میں لکھا جائے گا۔ سیبویہ نے الکتاب میں یہی بات کہی ہے، اور دوسرے نحوی بھی یہی بات لکھتے رہے ہیں۔ مشہور امام نحو ابن ہشام نے شرح قطر الندی کی بحث وقف میں لکھا ہے: نون التوكيد الخفيفة الواقعة بعد الفتحة كقوله تعالى لنسفعا وليكونا وقف الجميع عليها بالألف۔

ابن ہشام نے مزید لکھا ہے: لما ذكرت الوقف على هذه الثلاثة ذكرت كيفية رسمها في الخط استطرادا فذكرت أن النون في المسائل الثلاث تصور ألفا على حسب الوقف وعن الكوفيين أن نون التوكيد تصور نونا۔

یعنی جن شکلوں میں نون حالت وقف میں الف ہو جاتا ہے اسے الف کی شکل میں لکھا جائے گا، البتہ کوفیوں کو اختلاف ہے، وہ نون تاکید ساکنہ کو نون لکھتے ہیں۔

اس جواب کو مزید حوالوں سے گرانبار نہیں کرنا چاہتا، مجھے یقین ہے کہ اس تفصیل سے بات واضح ہو گئی ہوگی، وللہ الحمد۔

ALAWRAAQ
Publications
www.alawraaq.com